اُردو: بحیثیت ایک عالمگیر زبان

ڈاکٹر فضیلت بانو

Dr. Fazeelat Bano

Chairperson, Department of Urdu,

Minhaj University, Lahore.

Abstract:

Urdu is an international language and has impact on the other languages of the world. Its circle and factors of impression are increasing day by day. Urdu is a mixture of different languages. It is currently the second biggest language in the world. Urdu has a vast background. Urdu language is spoken and understood in all countries of the world. In this article, its usefulness and widening impacts are discussed.

اُردو دنیا کی وسیع ترین زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہ ایک ترقی پذیر ملک کی ترقی پذیر زبان ہے۔ اور دن بدن اس کی وسعت اور ذخیرہ ءالفاظ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اس کی الفاظ کو جذب کرنے کی صلاحیت میں مزید وسعت پذیری شامل ہو رہی ہے۔ علاقائی زبانوں کے علاوہ غیر ملکی زبانوں کے بے شمار الفاظ اردو کا حصہ بن چکے ہیں۔ جیسے جیسے اردو کا دائرہ پھیلتا جا رہا ہے ویسے ہی اس کا سانچا اور ساخت بھی بدلتی جا رہی ہے۔ دنیا کے گلوبل ویلج بننے کے بعد رابطوں کی قربت نے زبانوں کا سفر بھی آسان کر دیا ہے۔ نئی نئی تشکیلات وجود میں آ رہی ہیں۔ جن کے اثرات زبانوں پر بھی نمایاں ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد کے بقول اردو، عربی اور فارسی کا دودھ پی کر پلی ہے۔ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو ساری دنیا کی زبانوں کا دودھ پی رہی کیونکہ اب ہر علاقے کے الفاظ کو اپنے اندر سمونے کے بعد اردو دنیا کے ہر خطے میں بولی اور سمجھی جانے لگی ہے۔ ورنہ ایک زمانے میں اسے صرف لکھنؤ، دہلی اور گنگا جمنا کی تہذیب وثقافت میں رچی بسی زبان سمجھا جاتا تھا۔ ہر زندہ اور غیور قوم کو اپنی زبان اور ثقافت سے بڑھ کر کچھ عزیز نہیں ہوتا۔ وہ کبھی زبان اور ثقافت کا سودا نہیں کرتی۔ بڑی سے بڑی قربانی دے کر بھی اپنی متاع کو بچا لیتی ہے۔ اردو زبان مختلف نسلوں اور علاقوں کے افراد کی زبان ہے۔ اس کا ماضی چار ہزار برسوں پر محیط ہے۔ اس نے اپنا سفر ہند آریائی سے شروع کیا اور ویدک، سنسکرت، پراکرت، اپ بھرنش، قدیم ہند آریائی اور وسطی ہند آریائی سے گزرتے ہوئے جدید ہند آریائی تک پہنچی ہے۔ اردو محققین کی تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ زبانِ اردو مسلمان فاتحین کی برصغیر پاک وہند میں آمد کے بعد اپنی صحیح صورت میں وجود میں آئی۔ اردو زبان کی اصل جائے پیدائش ہندوستان (پاک وہند) ہے اردو اپنی اصل کے حساب سے آٹھ سو سال پرانی زبان ہے اس کا آغاز ہند کی دیگر آریائی زبانوں کے ساتھ ہوا۔ ظفر محی الدین اردو کی خصوصیات کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اردو کسی ایک خطے، کسی ایک قوم یا کسی ایک مذہب کی زبان نہیں ہے۔ نئی تحقیق سے یہ بات

عیاں ہوچکی ہے کہ اردو بہت پہلے مہاراجہ اشوک کے دور سے مختلف چولے بدل کر ہم تک پہنچی ہے ۔اوراس کے بارے میں یہ گمان درست نہیں کہ یہ ایک نو خیز اور نو ریختہ زبان ہے۔''(۱)

اُردو کا شمار دنیا کی وسیع ترین زبانوں میں ہونے کے باوجود اپنی سرزمین پر اسے وہ مقام آج تک نہیں مل سکا جس کی یہ حقدار ہے دیگر زندہ زبانوں کی طرح اس میں بھی یہ صلاحیت موجود ہے کہ یہ ہر طرح کی زبان کے الفاظ کو اپنے اندر سمو سکتی ہے۔زبان اپنے ارتقائی مراحل ہمیشہ معاشرے اور سماج میں پھیل کر طے کرتی ہے۔زبان کی ترقی ہی قوم کی ترقی سے منسوب ہے، معاشرہ زبان کی صورت وشکل کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کرتا ہے زبان اپنے معاشرے کے ساتھ ساتھ دیگر زبانوں، ثقافتوں اور معاشروں کے ساتھ اپنے روابط قائم کر کے آگے بڑھتی ہے۔زبان میں وسعت اور کشادگی پیدا ہوتی ہے تو اس کے بولنے والوں کے لیے ترقی اور عروج کی راہیں کھلتی ہیں۔زبان اپنی بنیادیں علاقائی زبانوں سے مضبوط بناتی ہے اردو زبان میں بھی پنجابی، ہندی، سندھی، پشتو، بلوچی، سرائیکی کا خمیر شامل ہے پھر اس نے آگے قدم بڑھایا تو فارسی اور عربی کے ساتھ ساتھ انگریزی اور ترکی کے بے شمار الفاظ کو اپنے اندر سمو لیا۔اردو صوتی نظام بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے جملوں کی ساخت، لب ولہجہ، بول چال میں مقامی زبانوں کی مماثلت اور مشابہت موجود ہے۔اردو شاعری میں بحر، وزن اور بعض اصناف سخن عربی اور فارسی سے لے کر اپنے رنگ وآہنگ کو اور مضبوط بنالیا ہے ڈاکٹر تحسین فراقی لکھتے ہیں:

''اگر اُردو کے تشکیلی عناصر کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ زبان اپنی ابتداء سے حد درجہ ملنسار اور اپنے اندر حیرت انگیز قوتِ جاذبہ رکھتی ہے۔''(۲)

اگر ہم اُردو کی موجودہ شکل وصورت دیکھیں تو اس کے رنگ وروپ میں تمام علاقائی زبانوں کے الفاظ کا ایک ایسا مرکب ملتا ہے جو ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک سمجھی جانے والی زبانوں کے خمیر سے بنا ہے۔ہر زبان کے الفاظ اس کی زیب وزینت بن چکے ہیں اور اس طرح بقول عطش درانی ایک ایسی پاکستانی زبان منظرِ عام پر آرہی ہے جو درۂ خیبر سے لے کر کیماڑی تک بولی اور سمجھی جاتی ہے۔اُردو نے جو الفاظ دوسری زبانوں سے لیے انھیں پہلے اپنے مزاج کے موافق ان کی تراش خراش کی، ان کے تلفظ کو درست کیا، املا کے ساتھ ساتھ مذکر مونث، واحد جمع کے اصول بھی بدلے، الفاظ کی فصاحت وبلاغت کو بھی اپنا لب ولہجہ عطا کیا۔اُردو کے پاس اثر ونفوذ کے لیے ایک وسیع خطہ موجود تھا اور ہے۔اُردو میں سرائیکی، پشتو، بلوچی اور سندھی کی ثقافتی اور تہذیبی زندگی کے اثرات اور معاشرے کے خدوخال نمایاں ہیں کیونکہ ان تمام زبانوں میں اسلامی اور مذہبی قدریں مشترک ہیں۔مزاج اور اسلوب بھی ہم آہنگ ہے۔زبانوں کے تاریخی مطالعے سے واضح ہوتا کہ زبانیں وقت، ماحول، معاشرت اور زندگی کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیوں کے مراحل سے گزرتی رہتی ہیں ان کے انداز واسلوب اور لب ولہجہ میں تغیر آتا رہتا ہے۔بہت سے الفاظ متروک ہوکر ان کی جگہ نئے الفاظ لے لیتے ہیں یہ حذف واضافہ زبان کی تراش خراش میں اہم کردار ادا کرتا ہے:

''اُردو کی تشکیل میں غیر ملکی زبانوں کے الفاظ مندرجہ ذیل تناسب سے دخیل ہیں عربی ۴۵ فیصد فارسی ۴۰ فیصد سنسکرت ۵ فیصد انگریزی ۵ فرانسیسی اور پرتگالی ۱ فیصد۔غیر ملکی زبانوں کے الفاظ تقریباً ۵۸ فیصد اور برصغیر کی زبانوں کے الفاظ تقریباً ۴۲ فیصد ہیں۔''(۳)

اُردو زبان بھی اپنے آغاز سے لے کر تا حال بہت سی تبدیلیوں سے ہمکنار ہو چکی ہے اردو ملک کے ہر خطے اور ہر علاقے کی زبان ہے اس لیے یہ ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی ہے اس کے برابر ہم جتنا چاہے کسی دوسری زبان کو لا کھڑا کریں اُردو کی وسعت میں کمی نہیں آئے گی تاریخ شاہد ہے کہ اردو زبان نے ہند آریائی اور برصغیر کی گذشتہ آٹھ صدیوں سے تہذیبی وثقافتی اور علمی وادبی سطح پر قدر ومنزلت اور بلندی کی ایسی سطح کو چھوا ہے کہ دنیا میں ایک عالمگیر زبان کی حیثیت حاصل کر لی ہے یہ طے ہے کہ قوموں کی ترقی اور خوشحالی میں ان کی زبانیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اُردو کو ہر حیثیت سے دنیا کی کسی بھی زبان کے برابر رکھ کے تولا جا سکتا ہے ڈاکٹر سلیم فارانی اردو کی عالمگیر حیثیت کے بارے میں کہتے ہیں:

> ''اُردو ایک عالمگیر زبان ہے کیونکہ یہ دنیا کی متمدن ترین اقوام کی زبانوں سے تعلق رکھنے کے علاوہ ہر قسم کا خیال اور ہر نوع کی ذہنیت کی ترجمانی کرنے کی صلاحیت اور موزونیت رکھتی ہے۔''(۴)

اُردو کسی ایک علاقے یا خطے کی زبان نہیں اسے برِصغیر کے لاکھوں مسلمانوں نے پروان چڑھایا ہے اس میں دیگر خصوصیات کے علاوہ اسلامی تہذیب وثقافت کا بہترین سرمایہ بھی پایا جاتا ہے اردو کا سرکاری ودفتری حیثیت کے علاوہ ادبی مرتبہ بھی کسی طرح کم تر نہیں اردو کی اصناف ادب ہوں یا اصطلاحات، تراکیب، علامات، محاورات اور ضرب الامثال غرض کہ ہر حوالے سے اردو الفاظ کا تخمینہ کئی لاکھ سے تجاوز کر چکا ہے یہ سب الفاظ مکمل اسناد اور مستند حوالوں سے لغات کا حصہ بن چکے ہیں۔ اسی طرح دوسری زبانوں سے ترجمے کی صورت میں متبادل الفاظ اور اصطلاحات بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کی چالیس بڑی یونیورسٹیوں میں اردو زبان کی تدریس کے شعبہ جات قائم ہو چکے ہیں:

> ''اُردو زبان اسلامی تہذیب وتمدن کی عکاس ہے۔ عربی کے بعد اردو زبان میں سب سے زیادہ اسلامی لٹریچر موجود ہے مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن مجید عربی زبان میں ہے اردو اور عربی کے حروفِ تہجی بھی ملتے جلتے ہیں۔''(۵)

یونیسکو نے مختلف اوقات میں لی گئی اپنی رپورٹس میں اردو زبان کو دنیا کی دوسرے بڑی زبان قرار دیا ہے دنیا کے ہر ملک میں اردو بولنے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے عرب دنیا سے لے کر امریکہ اور افریقہ کے آخری خطے تک اردو نہ صرف رابطے کی زبان بن چکی ہے بلکہ اصنافِ ادب کے حوالے سے مختلف سیمینار، کانفرنسز، مجلسوں اور مشاعروں کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ اُردو کی عالمگیر حیثیت کے پیشِ نظر دنیا میں اشاعتی اور طباعتی ادارے بھی کام کر رہے ہیں اور اُردو زبان میں عالمی معیار کا ادب تخلیق کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر سلیم فارانی مشہور مستشرق گارساں دتاسی کے ایک لیکچر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ہندوستان میں اُردو نے وہی مقام حاصل کر لیا ہے جو یورپ میں فرانسیسی زبان نے۔ یہ زبان یہاں بکثرت استعمال میں آتی ہے۔ شہر اور عدالت کے کام اسی سے چلتے ہیں عام لوگ اپنی کتابیں اور شاعر لوگ اپنے اشعار اسی زبان میں لکھتے ہیں۔''(۶)

اُردو ہماری قومی زبان ہونے کے ناطے نہ صرف ملک کے تمام حصوں میں سمجھی جاتی ہے بلکہ اس کو ملک کی دیگر علاقائی زبانوں پر فوقیت بھی حاصل ہے دیگر زبانوں کی طرح اردو بھی علامات کا ایک مجموعہ ہے اظہارِ بیان کے لئے انہی علامات کو ہم الفاظ کا نام دیتے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمان فاتحین کی آمد کے بعد کے زمانے کو جدید ہند آریائی زمانے سے تعبیر کیا جاتا

ہے۔ جب یہ فاتحین اپنے ساتھ فارسی ،عربی اور ترکی لے کر آئے۔ پھر مغلوں کے زمانے میں انگریز ،فرانسیسی ، ولندیزی اور پرتگالی تجارت کے لیے آئے اور مقامی لوگوں میں گھل مل گئے اور مقامی بولیوں کے ساتھ روابط قائم ہوئے تو ایک نئی زبان کی بنیاد پڑنے لگی۔ جسے لشکری زبان، ریختہ اور اردوئے معلیٰ کہا جانے لگا۔لفظ اردو ''اڑ دو'' بہت ساری چیزوں کا جمع ہونا یا ڈھیر کے مفہوم میں سندھ میں عربوں کی آمد سے کئی ہزار سال پہلے سے مستعمل ہے۔اور یہی لفظ اسی مفہوم میں ہندوستان ، فارسی اور اسکنڈے نیویا میں بھی ملتا ہے۔فوجی ، چھاؤنی ، بازار، اجتماع ، بھیڑ، ہجوم اور ڈھیر کے مشترک معنی میں یہی لفظ سندھی اور جدید فارسی میں بھی مروج ہے:

''اُردو کو نہ صرف ہندوستان کے عوام الناس میں قبولیت کا درجہ حاصل ہے بلکہ یہ زبان دنیا ئے عرب، افغانستان، ترکی، افریقہ، وسطی ایشیا، یورپ اور امریکہ کے علاوہ چین و جاپان تک اپنا اثر و عمل دکھا رہی ہے۔''(۷)

اُردو عام ماحول اور قدرتی حالات میں آگے بڑھی ہے۔اس نے عوامی سطح پر پرورش پائی ہے۔ ہندو، مسلمان اور صوفیائے اکرام اس کی مثلث ہیں۔اس زبان کے ذریعے تخلیقات نے اس کا رنگ و روپ سنوارا اور صوفیائے کرام نے اس زبان کے ذریعے لوگوں سے محبت اور انس پیدا کیا اور درس و تدریس کے ذریعے علم و اخلاق کی تعلیمات کو پھیلایا۔ برطانوی دور میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے فارسی کی جگہ دفتروں اور عدالتوں کی زبان بنا دیا۔انیسویں صدی میں جنوبی ہند میں سیاسی ، معاشرتی اور اصلاحی تحریکوں کے ساتھ ساتھ اردو ہندی تنازعے نے اس زبان کو دور دور تک پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے ڈاکٹر اختر شمار لکھتے ہیں:

''دُنیا کی یونیورسٹیوں میں اُردو کی تدریس بی۔اے، ایم۔اے اور پی ایچ ڈی کی سطح پر مو جود ہے ڈاکٹر اختر شمار کے مطابق مصر کی عین شمس یونیورسٹی میں صرف گریجوایشن کے درجے میں پانچ سو طلبا اردو پڑ رہے ہیں۔''(۸)

دنیا اور زبانوں کی تاریخ ہر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کی اپنی شناخت ،ثقافت اور زبان کو بچانے کے لیے کن کن دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑا۔ فاتحین نے ہمیشہ سب سے پہلے مفتوحوں کی زبان کو کچلنے کی کوشش کی۔ کیونکہ زبان کے ختم ہونے سے قومیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ اُردو نے اپنی مشکلوں اور مصیبتوں کے تمام دور دیکھ لیے ہیں اب اس کے عروج ترقی اور پھلنے پھولنے کا دور ہے۔ چین میں دیگر شعبۂ حیات کی طرح اردو زبان و ادب کے میدان میں بھی بہت کام ہو رہا ہے:

''چین میں بھی پیکنگ یونیورسٹی کے شعبہ اُردو کے اساتذہ تھانگ منگ شنگ اور کھونگ تھانگ منگ نے اردو تحقیق میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور اب وہ چینی لغت کے وسیع منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔ترکی یونیورسٹی میں بی۔اے،ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی کی سطح پر اردو ادب کے حوالے سے بیسیوں تحقیقی مقالے تحریر کئے جا چکے ہیں۔''(۹)

برج موہن دتا تریہ کیفی نے اُردو کے بارے میں ایک اور دلچسپ بات کہی ہے کہ یہ لفظ ''اردا ؤ'' کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ ارکا مطلب دل اور داؤ کا معنی ہے دو یعنی دو چیزوں یا دو دلوں کو ملانے والی کیونکہ یہ زبان مسلم اور ہندی تہذیب کے ملاپ سے بنی ہے اس لیے بعد میں اس کا نام اردو مروج ہو گیا۔ یو پی ورنیکلر میں متن سازی کا وہ لامحدود عمل شروع ہوا جس نے

ورنیکلر کو نہ صرف کلاسیکی لاطینی سے بڑھ کر سماجی حیثیت دی بلکہ نشاۃِ ثانیہ اور پھر جدیدیت کو بھی ممکن بنایا۔ یورپی جدیدیت کے وجود میں آنے اور فروغ پانے میں ایک اہم کردار یورپی دیسی زبانوں میں ان متنوں کا (بہ صورتِ ترجمہ یا طبع زاد) وجود میں آنا تھا۔ جو کلاسیکی متنوں کے حریف ہی نہیں بلکہ ان سے اثر و عمل کے لحاظ سے بڑھ کر بھی تھے اس طور یورپ نے ایک عظیم تقابلی تبدیلی میں زبان کی طاقت اور کردار کا تاریخی علم حاصل کیا تھا۔ ناصر عباس نیئر لکھتے ہیں:

> ''محکوم ملکوں میں انگریزی و فرانسیسی کے نفاذ کے فیصلے کے پیچھے دراصل زبان کی کثیر الجہاتی طاقت میں غیر متزلزل یقین کارفرما ہوتا ہے۔ زبان کی اس طاقت کو یورپ نے سترھویں صدی کے آس پاس اس وقت دریافت کیا تھا جب یورپی ورنیکلر زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، جرمن) نے کلاسیکی لاطینی کی جگہ لینی شروع کی۔''(۱۰)

اُردو زبان کبھی لشکری کہلائی، کبھی اردو معلی، کبھی ہندی، کبھی ہندوستانی، کبھی کھڑی بولی اور کبھی شورسینی کے ملبوس میں دیکھی گئی۔ سب سے پہلے اس کی تراش خراش جان جوشوا کیٹلر نے کی۔ اس کے قواعد لاطینی زبان میں مرتب کئے۔ اس کی جائے پیدائش کا قصہ تا حال اس لئے پوشیدہ ہے کہ مختلف محققین نے یہ تو بتا دیا کہ اردو زبان پھر فاتحین کے ملاپ سے اس کے وجود کی تشکیل ہوئی۔ لیکن آخر پورے خطے کو اس کی تشکیل و تعمیر کا حصہ دار کیوں نہیں بتایا جاتا۔ گو اس وقت اس کا وجود تشکیلی مراحل میں تھا آہستہ آہستہ مختلف زبانوں کے ساتھ اس کے وجود کی تشکیل ہونے لگی۔ اس کے تہذیبی خدوخال کے لئے سنسکرت سے بھی کچھ قواعد اخذ کئے گئے لہٰذا ہند اور سندھ کے سارے خطوں نے مل کر اس کی تشکیل میں حصہ لیا۔ ہمارے احساسات کی ترجمانی کرنے والی زبان اس خطے کی مرکزی زبان، تھانوں کی ایف۔ آئی۔ آر تک محدود زبان نہیں ہے۔ گارساں دتاسی فرانس میں بیٹھ کر اس کی باتیں کرتا ہے، اس کے رسم الخط کی وکالت کرتا ہے۔ ہم کچھ بھی نہ کرتے صرف قائدِ اعظم کے فرمودات کو ہی ملحوظ رکھتے تو آج ہر طرف اردو کی حکمرانی ہوتی، اردو حقیقت میں سرکاری زبان ہوتی۔ ذریعہ تعلیم ہوتی، ہماری خواہشوں اور امنگوں کی ترجماں ہوتی اور ہم احساسِ کمتری کا شکار ہو کر دوسروں کی زبان میں بات نہ کرتے صرف اپنی زبان اور اپنی ثقافت پر ناز کرتے۔

حوالہ جات

۱۔ ظفر محی الدین، مضمون: اردو یونیورسٹی اور قومی شناخت، مشمولہ: قومی زبان، (مدیر: ڈاکٹر ممتاز احمد خاں)، جلد نمبر ۸۱، شمارہ نمبر ۳، کراچی: انجمنِ ترقی اردو، مارچ ۲۰۰۹ء، ص: ۳۱

۲۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، مضمون: قومی یکجہتی میں قومی زبان کا کردار، مشمولہ: اخبارِ اردو، ماہنامہ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ نمبر ۶، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۲۰۱۰ء، ص: ۱۷

۳۔ سلیم فارانی، ڈاکٹر، اردو زبان اور اس کی تعلیم، لاہور: پاکستان بک سٹور، ۱۹۵۳ء، ص: ۳

۴۔ ایضاً، ص: ۶۳

۵۔ احمد خاں علیگ، چودھری، اردو بطور سرکاری زبان، کراچی: انجمنِ ترقی اردو، ۱۹۹۱ء، ص: ۴

۶۔ سلیم فارانی، ڈاکٹر، اردو زبان اور اس کی تعلیم، ص: ۹۶

۷۔ مخزن قومی اردو کانفرنس ۲۰۰۷ء، منعقدہ لاہور کی قرارداد، مشمولہ: اخبارِ اُردو، ماہنامہ، جلد نمبر ۲۴، شمارہ نمبر ۶، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،

جون ۲۰۰۷ء، ص:۱۸

۸۔ اختر شمار، ڈاکٹر، مضمون: واللہ اعلم، مشمولہ: نوائے وقت، روز نامہ، لاہور، ۳۰ مئی ۲۰۰۸ء، ص:۷

۹۔ خلیل طوق، ڈاکٹر، ترکی کی یونیورسٹیوں میں اردو کے تحقیقی مقالات، مشمولہ: اخبارِ اُردو، ماہنامہ، جلد نمبر ۲۵، شمارہ نمبر ۱۰، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص:۳۰

۱۰۔ نیئر، ناصر عباس، زبان نو آبادیاتی سیاق لسانی استعماریت، مشمولہ: اردو نامہ مجلس زبان دفتری، حکومتِ پنجاب، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۱ء، ص:۲۴

☆......☆......☆